باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں

۱۔ موجودہ دور میں دیت مروجہ اوزان شرعیہ اور روپے پیسوں کے مطابق کتنی ہے؟

۲۔ کیا دیت صرف قاتل اپنے مال سے دے گا؟ یا دیت کی رقم دینے میں قاتل کے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہوگا؟ اگر ہوگا ان شرکاء کی کیا تفصیل ہے؟ اور تمام شرکاء پر دیت کی کتنی کتنی مقدار لازم ہوگی؟

۳۔ موجودہ دور اور عرف کے مطابق ''عاقلہ'' کا اطلاق کس کس پر ہوگا؟ مثلاً: ایک عالمِ دین، مدرس اور خطیب کے لیے ''عاقلہ'' کیا ہے؟

۴۔ دیت کتنے عرصے میں ادا کی جائے گی؟

۵۔ اس حاصل ہونے والی دیت کے، مقتول کے ورثاء میں سے کون کون سے وارث کتنی کتنی مقدار رقم کے حق دار ٹھہریں گے؟

ازراہ کرم مکمل تفصیل کے ساتھ جلد جواب مرحمت فرما کر مشکور وممنون فرمائیں۔

المستفتی:

محمد خیر اللہ خیر خواہ

پتہ: مکی مسجد، ڈیوراہجانگ

گوجرانوالہ

دار الافتاء

فتویٰ نمبر ۶۲/۱۸۵۴

مورخہ

جواب منسلکہ ورق پر ملاحظہ فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداًو مصلیاً

(۱)۔۔۔ دیت ادا کرنے کی شرعاً تین صورتیں ہیں، تینوں صورتوں میں سے قاتل جو صورت اختیار کرنا چاہے راجح قول کے مطابق اسے اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔ وہ صورتیں درج ذیل ہیں:

(الف)۔۔۔ سو اونٹ یا ان کی قیمت۔

(ب)۔۔۔ دس ہزار دراہم یا ان کی قیمت، (دس ہزار دراہم کی مقدار ۶۱۸ء۳۰ کلو گرام چاندی ہے)

(ج)۔۔۔ ایک ہزار دینار یا ان کی قیمت، (ایک ہزار دینار کی مقدار ۴۷۴ء۴ کلو گرام سونا ہے)۔ (ماخذہ التبویب-۱۶۳۲/۸-احسن الفتاوی-۵۴۰/۸)

نیز مروّجہ اوزان کے حساب سے دیت کی ادائیگی دس ہزار دراہم کے حساب سے ہوگی جن کا وزن ۲۶۲۵ تولہ چاندی ہے، لہٰذا دیت کی ادائیگی کے وقت ۲۶۲۵ تولہ چاندی کی جو مارکیٹ ویلیو ہوگی اسی حساب سے دیت ادا کی جائے گی۔ البتہ اگر اونٹوں سے دیت کی ادائیگی کرنی ہو تو چونکہ ہر اونٹ کی ایک قیمت نہیں ہوتی، اس لیے دیت کے فیصلہ کے وقت اونٹوں کی قیمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مذکورہ تفصیل مرد کی دیت سے متعلق ہے، عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ قصاص و دیت آرڈیننس میں چاندی کو معیار بنایا گیا ہے، لہٰذا اب عدالت میں اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا "لانہ حکم الحاکم"، اس لیے سونے کی قیمت نہیں لکھی گئی، بلکہ صرف چاندی کی قیمت لکھنے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

فی الفتاوی الهندية – (۶ / ۲۴)

وَكُلُّ دِيَةٍ وَجَبَتْ بِنَفْسِ الْقَتْلِ يُقْضَى مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى – مِنْ الْإِبِلِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ كَذَا فِي شَرْحِ الطَّحَاوِيِّ. قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى –: مِنْ الْإِبِلِ مِائَةٌ، وَمِنْ الْعَيْنِ أَلْفُ دِينَارٍ، وَمِنْ الْوَرِقِ عَشَرَةُ آلَافٍ، وَلِلْقَاتِلِ الْخِيَارُ يُؤَدِّي أَيَّ نَوْعٍ شَاءَ كَذَا فِي مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ

(۲)۔۔۔ دیت کی ادائیگی کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ قتل عمد میں اگر مقتول کے اولیاء قاتل سے قصاص لینے کے بجائے مال پر مصالحت کرلے یا کسی شبہ کی وجہ سے قاتل سے قصاص ساقط ہوکر دیت واجب ہوجائے (جیسے باپ بیٹے کو قتل کرے) تو ایسی صورت میں دیت صرف قاتل کے مال میں واجب ہوگی، اس میں سے عاقلہ کے ذمہ کچھ واجب نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر قاتل خود قتل کا اقرار کرے، عاقلہ اس قتل کی تصدیق نہ کرے اور اس قتل پر شرعی گواہ موجود نہ ہوں تو ایسی صورت میں بھی دیت صرف قاتل کے مال میں واجب ہوگی۔

دار الافتاء

Scanned by CamScanner

اس کے علاوہ بقیہ صورتوں میں، یعنی قتل خطا، جاری مجری خطا، قتل شبہ عمد اور قتل بالسبب میں دیت واجب ہو جائے تو دیت قاتل کے عاقلہ پر بھی واجب ہو گی۔ اسی طرح قاتل خود قتل کے اقرار کی صورت میں اگر اس پر شرعی گواہ بھی ہوں یا عاقلہ اس قتل کی تصدیق کرے تو ایسی صورت میں بھی دیت قاتل کے عاقلہ پر بھی واجب ہو گی۔

واضح رہے کہ اگر قاتل کا عاقلہ نہ ہو تو دیت بیت المال پر آئے گی، اور اگر بیت المال نہ ہو یا بیت المال میں گنجائش نہ ہو تو ایسی صورت میں پوری دیت قاتل کے ذمہ لازم ہو گی (عاقلہ پر کتنی دیت لازم ہو گی؟ اسکے لئے جواب نمبر (۴) ملاحظہ فرمائیں)

(۱)--كما قال الله تعالي :[البقرة : ۱۷۸]

{ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ

(۴)--وفي بدائع الصنائع، دارالكتب العلمية - (۷ / ۲۵۵)

(وأما) بيان من تجب عليه الدية فالدية تجب على القاتل؛ لأن سبب الوجوب هو القتل، وإنه وجد من القاتل، ثم (الدية) الواجبة على القاتل نوعان: نوع يجب عليه في ماله، ونوع يجب عليه كله، وتتحمل عنه العاقلة، بعضه بطريق التعاون إذا كان له عاقلة، وكل دية وجبت بنفس القتل الخطأ أو شبه العمد تتحمله العاقلة، وما لا فلا، فلا تعقل الصلح؛ لأن بدل الصلح ما وجب بالقتل بل بعقد الصلح، ولا الإقرار؛ لأنها وجبت بالإقرار بالقتل لا بالقتل، وإقراره حجة في حقه لا في حق غيره، فلا يصدق في حق العاقلة، حتى لو صدقوا عقلوا.

وفي بدائع الصنائع، دارالكتب العلمية - (۷ / ۲۵۶)

واختلف في شبه العمد، والعمد الذي دخلته شبهة، وهو الأب إذا قتل ابنه عمدا، قال أصحابنا - رحمهم الله -: إنما تجب مؤجلة في ثلاث سنين إلا أن دية شبه العمد تتحمله العاقلة، ودية العمد في مال الأب

وفی تكملة فتح الملهم- (2 / 379,380)

وحيث لم يمكن للقاتل جماعة ينتصر بها فالدية في بيت المال إن كان منتظماً ففيه سعة وإن لم يمكن منتظماً ففي مال القاتل

(۳)--وفي التشريع الجنائي في الإسلام - (۱ / ۱۲۸)

ففي جريمة القتل العمد يقول الله تعالى: {وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالحَقِّ} [الإسراء: ۳۳...] ويقول الرسول - صلى الله عليه وسلم -: "من اعتبط مؤمناً بقتل فهو قود به إلا إن رضى ولى المقتول"، ويقول: "من قتل له قتيل فأهله بين خيرتين: إن أحبوا فالقود - أي القصاص - وإن أحبوا فالعقل - أي الدية"، ويقول: "في النفس مائة من الإبل". فهذه النصوص تحرم القتل العمد وتجعل عقوبته القصاص، إلا إذا عفا ولي القتيل فتكون العقوبة الدية، وهي مائة من الإبل———— وفي جريمة القتل شبه العمد يقول رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: "ألا إن في قتيل عمد الخطأ: قتيل السوط، والعصا، والحجر، مائة من الإبل". فهذا النص يحرم القتل شبه العمد، ويعاقب عليه بالدية.

وفي جريمة القتل الخطأ يقول الله تعالى: {وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَن يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلاَّ خَطَئًا وَمَن قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَئًا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلاَّ أَن يَصَّدَّقُواْ فَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مْؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ

دار الافتاء

Scanned by CamScanner

مُّؤْمِنَةً فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللهِ وَكَانَ اللهُ عَلِيمًا حَكِيمًا } ...فهذان النصان يحرمان القتل الخطأ، ويعاقبان عليه بالدية، ويبينان مقدارها وأوصافها.

(۳)۔۔۔نظام عاقلہ کامدار شریعت نے ماحول کے اعتبار سے ایک برادری ،ملی وحدت اور خاندان وقبیلہ میں ایک دوسرے کی تعاون اور تناصر پر رکھا ہے، چونکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات اور ماحول میں تبدیلی آتی رہتی ہے،اس لیے اس تغیر کے ساتھ برادری اور خاندان وقبیلہ میں تغیر اور تبدیلی کا آنا بدیہی بات ہے، لہٰذا اصول یہ ہے کہ اگر کسی فرد کا تعلق ،کسی ایسے خاندان، قبیلہ، تنظیم یا گروہ سے ہو جو باہمی امداد کے طور پر اپنے افراد کا مالی تاوان برداشت کرتے ہوں، اگرچہ وہ فرد کوئی عالم دین، مدرس یا خطیب ہو تو وہی خاندان، قبیلہ، تنظیم یا گروہ شرعی اصطلاح میں اس شخص کے عاقلہ ہیں اور انہی پر دیت کی ادائیگی واجب ہے۔

ہمارے دور میں باہمی امداد کی مختلف صورتیں ہیں ،مثلاًخاص قبیلہ، خاص خاندان یا مزدور، صنعت کار، اور تاجر وغیرہ کی ٹریڈ یونین اور سیاسی تنظیمیں وغیرہ، لہٰذا مزدور، صنعت کار اور تاجر وغیرہ کی ٹریڈ یونین اور سیاسی تنظیمیں اُن کے عاقلہ ہیں۔(ماخذہ تکملۃ فتح الملہم- ۳۸۰ /۲-والتبویب-۱۲۵۲/۴۴)

بدائع الصنائع، دارالكتب العلمية (۷/ ۲۵۵)

ثم الكلام في العاقلة في موضعين: أحدهما: في تفسير العاقلة من هم، والثاني: في بيان القدر الذي تتحمله العاقلة من الدية. (أما) الأول: فالقاتل لا يخلو إما أن كان حر الأصل، وإما إن كان معتقا، وإما أن كان مولى الموالاة، فإن كان حر الأصـل فعاقلته أهل ديوانه إن كان من أهل الديوان، وهم المقاتلة من الرجال الأحرار البالغين العاقلين تؤخذ من عطاياهم،

وفی تکملة فتح الملهم- (2 / 379,380)

وقال ابو حنيفة رحمه الله :إن العاقلة هم اللذين يتناصـــرون بهم القاتل، وكان التناصـــر بالقبائل ،فكانت عاقلة الرجل قبيلتهتم ثم تغير الوضع حين وضع سيدناعمررضى اللهعنه الديوان ،فصـار التناصـر بأهل الديوان فأصبح أهل الديوان عاقلة ...فالحاصـل أن قضـاء عمر بمحضـر من الصحابة رضى الله عنهم دل على أن الحكم كان مناطه النصرة، فيتغر بتغيره.وىمكن أن يقال فى عصرنا:إن التناصر أصبح للعمال بوفاقهم الذى يسمى﴿ترید یونین﴾،وللسياسيين بأحزابهم السياسية،فينبغى أن تكون عاقلة عامل وفاقه، وعاقلة سياسى حزبه السياسى،وحيث لم يمكن للقاتل جماعة ينتصر بها فالدية فى بيت المال إن كان منتظمأفيه سعةً وإن لم يمكن منتظمأففى مال القاتل

(۴)۔۔۔ دیت تین سال میں ادا کی جائے گی، جس میں سے ہر شخص سے ہر سال ایک درہم یا ایک درہم اور ایک تہائی درہم وصول کیا جائے گا اور عاقلہ میں سے ہر شخص پر تینوں سالوں میں کل تین سے چار دراہم یا ان کی قیمت واجب ہو گی، اس سے زیادہ وصول کرنے پر کسی کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔اور قتل عمد میں قاتل اور مقتول کے اولیاء کے درمیان جس مال

دار الافتاء

Scanned by CamScanner

پر صلح ہوگی، اس کی ادائیگی قاتل پر فوری طور پر واجب ہوگی، تاہم اگر فریقین باہمی رضامندی سے اس مال کو مؤخر کرنا چاہیں تو انہیں اس کا اختیار ہوگا۔

لمافی الدر المختار وحاشیة ابن عابدین (رد المحتار) – (۶ / ۶۴۲)

(وتقسم) الدية (عليهم في ثلاث سنين لا يؤخذ في كل سنة إلا درهم أو درهم وثلث ولم تزد على كل واحد من كل الدية في ثلاث سنين على أربعة) على الأصح

وفی بدائع الصنائع، دارالکتب العلمیة – (۷ / ۲۵۶)

ولا خلاف في أن بدل الصلح عن دم العمد يجب في ماله حالا؛ لأنه لم يجب بالقتل، وإنما وجب بالعقد فلا يتأجل إلا بالشرط كثمن المبيع ونحو ذلك.

(۵)۔۔۔ مقتول کی دیت کا حکم وہی ہے جو مقتول کے ترکہ کا ہے، یعنی جس طرح مرحوم کا ترکہ اس کے شرعی ورثاء میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوتا ہے، اسی طرح مقتول کی دیت بھی مقتول کے شرعی ورثاء میں ان کے اپنے اپنے حصے کے بقدر تقسیم ہوگی۔

وفی فتاوی قاضیخان – (۳ / ۲۷۲)

* و يستحق القصاص من يستحق ميراثه على فرائض الله تعالى يدخل فيه الزوج و الزوجة و كذا الدية *

وفی الموسوعة الفقهية الكويتية – (۲۱ / ۹۳)

أما دية النفس فهي موروثة كسائر أموال الميت حسب الفرائض المقدرة شرعا في تركته فيأخذ منها كل من الورثة الرجال والنساء نصيبه المقدر له باستثناء القاتل ، وذلك لقوله تعالى : { ودية مسلمة إلى أهله } (۱) ولما رواه عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن رسول الله قال : العقل ميراث بين ورثة القتيل على فرائضهم (۲) . وهذا قول أكثر الفقهاء (۳) .

واللہ اعلم بالصواب

محمد حسن احسان اللہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۷ / ربیع الاول / ۱۴۳۸ھ

۲۷ / دسمبر / ۲۰۱۶ء

الجواب صحیح

بندہ محمود اشرف غفراللہ لہ

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۷ / ربیع الاول / ۱۴۳۸ھ

۲۷ / دسمبر / ۲۰۱۶ء

دار الافتاء
فتوی نمبر ۶۲/۱۸۵۲

مفتی

الجواب صحیح

۲۸ / ۳ / ۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح

محمد طاہر عفی عنہ

۲۹ / ۳ / ۱۴۳۸ھ